Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 32, Sr.No.84, 2011, pp 57 - 82

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۲، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۱ء، شمارہ ۸۴

اسلام کا نظام محاصل (بنیادی اصول وضوابط)

ڈاکٹر شگفتہ بانو☆

Abstract:

Like other aspects of human life, Islam has presented a complete, well balanced economical system. It preaches us the economical responsibilities of public and the Govt. Like all other economical systems, Islam has an organized system of tax. Its main aim is not just a collection of money from public but to get a limited, reasonable amount so that it could be spend for public welfare. In the light of Qur'an and Hadith it becomes clear that Islamic taxation system is the best system in the world. We have presented here different kinds of tax in accordance with Qur'an and Sunnah, in the light of authentic sources of Islam, their importance and the benefits we can enjoy if we apply them properly.

اسلام ایسا کامل ضابطہ نظریہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں فکر وعمل کی راہنمائی مہیا کرتا ہے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی مانند اسلام نے ایک نہایت منصفانہ اور عادلانہ معاشی نظام پیش کیا ہے اور محاصل عامہ اسلامی ریاست کے معاشی نظام کا ایک اہم جزو ہے اس پر ریاست و شہریوں کی ضروریات کی تکمیل اور فلاح و بہبود کا انحصار ہوتا ہے اور یہ ملک وقوم کے نظریہ حیات اور

☆ پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، سلامت پورہ، لاہور

مقصد حیات کی عکاسی بھی کرتے ہیں' اسلام کا مالیاتی نظام نظریاتی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے اس کا مزاج محاصل کا بوجھ بڑھانے کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتا۔ مطمع نظر بیت المال بھرنا نہیں بلکہ تقوی کا حصول' انفرادی و اجتماعی فلاح و بہبود اور اعلیٰ اخلاق کی تکمیل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز (99ھ۔ 101ھ/717ء۔ 719ء) مجدد اسلام نے اپنے ایک حاکم کو محاصل کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے یہ سنہری اصول یاد کروایا تھا کہ اللہ جل جلالہ نے محمد ﷺ کو داعی و مبلغ بنا کر بھیجا نہ کہ محصل (Tax Collector) بنا کر (1) اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے دین کی دعوت دینا ہے محاصل کی وصولی نہیں محاصل اسلامی ریاست کی ایک بنیادی ضرورت تو ہے جو چند ضابطوں کے اندر رہ کر پوری کی جاتی ہے لیکن ان کا نفاذ شریعت کا کوئی بنیادی مطالبہ نہیں ہے اور نہ ہی (چند ایک محاصل کے علاوہ) اس کے لیے صراحت کے ساتھ احکام دیئے ہیں جن سے مقررہ مالی مطالبہ کے علاوہ کسی دیگر مطالبہ کا لازمی ہونا ظاہر ہو۔

محاصل کا مفہوم:

محصول کا لفظ حصل سے ہے جس کے معنی ہیں ہر شے کا بقیہ، جو باقی رہ جائے اور جو ثابت ہو جائے اور اس کے سوا سب کچھ ختم ہو جائے اور محصول سے مراد ہے: حاصل ہونے والی چیز اور یہ ان مصادر میں سے ایک ہے جو مفعول کے وزن پر آتے ہیں۔

حصل: الحاصل من كل شيءٍ: ما بقي و ثبت و ذهب ماسواه والمحصول: الحاصل، و هواحد المصادر انی جاء ت علی المفعول کا لمعقول(2) تاج العروس کے مولف لکھتے ہیں کہ.... **المحصول و (الحاصل) والحصيلة بقية لشيء**(3)۔ محصول، حاصل اور حصلۃ سے مراد کسی شے کا باقی رہ جانے والا حصہ ہے۔ صاحب ''الصحاح'' کے نزدیک **حصل: حصلت الشیء تحصیلاً، و حاصل الشیء و محصوله: بقية** (4) (حاصل کرنا: میں نے کسی شے کو حاصل کیا اور کسی چیز کا حاصل و محصول اس کا باقی رہ جانے والا حصہ ہے) **المعجم الوسيط** میں محصول سے مراد ہے: **الحاصل و مابقي من الشيء و خلاصة، يقال هذا محصول كلامه و يقال: مالفلانٍ محصول، ولا**

معقول ماله رای ولا تمیزٌ (5) حاصل۔ کسی شے کا باقی حصہ، خلاصہ، کہا جاتا ہے یہ اس کے کلام کی نتیجہ ہے اور کہا جاتا ہے فلاں کو کچھ حاصل اور سمجھ نہیں ہے یعنی فلاں کے لیے کوئی رائے اور تمیز نہیں ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں محصول کے لغوی معنی ہیں، صفت، حاصل کیا گیا' حاصل کردہ، شدہ حاصل، خراج، مالگزاری، کر، لگان ڈنڈ، ٹیکس، کرایہ، اجر، ٹول، آمدنی، پوسٹیج۔ (6) مختصراً محصول کا لغوی مفہوم کسی چیز کا حاصل کرنا اور کسی چیز کے بقیہ حصہ کا ہے اصطلاح میں اس سے مراد کرایہ خراج اور ر مالگزاری وغیرہ ہیں دورِ حاضر میں اس کے لیے لفظ ''ٹیکس'' مستعمل ہے۔ ٹیکس= محصول (7) اور ٹیکس سے مراد ہے:

> A compulsory contribution to the support of Government, levied on persons, property, income, commodities, transactions etc. (8)

(ٹیکس حکومت کی مدد کے لیے وہ لازمی ادائیگیاں ہیں جو کہ افراد، جائداد، آمدنی، اشیاء اور کاروبار وغیرہ پر عائد کی جاتی ہیں)

> TAX: Contribution levied on person, property, business or articles of commerce for support of the state. (9)

(محصول: وہ چیز ہے جو کہ ایک فرد، جائداد، کاروبار یا معاش (تجارت وغیرہ) سے متعلق کسی چیز پر ریاست کی مدد کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔)

> In modern economics taxes are the most important source of government revenue.... They are regarded as a contribution to the general revenue pool from which most government expenditures are financed.(10)

(جدید معاشیات میں محاصل حکومتی آمدنی کا نہایت اہم ذریعہ ہیں ___ یہ (محاصل) روپیہ خزانہ میں جمع کرتے جس سے کہ حکومت کے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔)

> Taxes are compulsory payments to the Government to support the Public Service.(11)

(وہ ضروری ادائیگیاں جو حکومت کو خدمات عامہ کے عوض کی جاتی ہیں ٹیکس کہلاتی ہیں)

الغرض محاصل سرکاری آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے اور یہ وہ رقم ہوتی ہے جو کہ شہریوں کو دی جانے والی سہولیات کے بدلے میں حکومت وصول کرتی ہے۔

اسلام کے نظام محاصل کے بنیادی اصول وقواعد:

اسلام انتہائی عادلانہ نظام محاصل کا حامل ہے۔ مسلمانوں نے جب علاقوں کو فتح کیا تو نہ صرف وہاں سے ظالمانہ محاصل کا خاتمہ کیا بلکہ ایک نہایت منصفانہ نظام محاصل رائج کیا۔ اسلام میں محصول عائد کرتے وقت ان اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

ا۔ضرورت حقیقی:

اسلام میں مسلمانوں کے اموال پر اصلاً ومستقلاً صرف ایک ہی حق ہے اور وہ ہے ''زکوٰۃ'' اس کی ادائیگی کا حکم قرآن وسنت میں بارہا آیا ہے۔ارشاد ربانی ہے''وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ'' (12) ''اور زکوۃ دیا کرو'' ایک مقام پر مومنین کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ''اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْن'' (13) (اور نماز پڑھتے ہیں' زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں) نبی اکرمﷺ سے بہت سی سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ آپﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا تو ایک آدمی کہنے لگا اللہ کے رسولﷺ کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے آپﷺ نے فرمایا''نہیں ہاں یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے''۔ **انه ذكر الزكاة فقال رُجل يارسول الله هل علي غيرها؟ فقال لا الا ان تتطوع** (14) صاحب نصاب لوگوں پر اصل حق صرف زکوٰۃ ہی ہے اس لیے اس کے علاوہ جو بھی محصول عائد کیا جائے گا اس کے لیے لازمی شرط ہے کہ وہ عندالضرورت اور بقدر ضرورت ہو اور حکومتی خزانہ یہ ضرورت پوری کرنے سے قاصر ہو، ترجمہ: اگر فوج کی ضروریات بیت المال سے پوری نہ ہو رہی ہوں تو امام عادل کا حق ہے کہ امراء پر کچھ محاصل عائد کر دے جن سے اس وقت کی ضروریات پوری ہوسکیں جب تک کہ بیت المال ان کی ضروریات پوری کرنے پر قادر نہ ہو جائے پھر یہ اس کی (امام عادل) مرضی ہے ہے کہ غلہ اور پھلوں پر محصول عائد کرے یا دیگر اشیاء پر (15) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حکومت کو مال کی حقیقی ضرورت ہو' منصوبوں کو پورا کرنے کے لیے کوئی اور ذریعہ نہ ہو اور لوگوں پر ٹیکس کا بار ڈالے بغیر

مقاصد حاصل نہ کیے جا سکتے ہوں تو نیا محصول عائد کیا جا سکتا ہے لیکن مناسب ہے کہ اس ضرورت کی توثیق منتخب مجلس شوریٰ یا پارلیمنٹ سے کروائی جائے، کسی فرد واحد امام یا حکومت کا اپنے طور پر فیصلہ کر لینا جائز نہیں ہے۔ قرآن وسنت نے بلاشبہ شوریٰ کو مسلمان معاشرہ کا بنیادی عنصر قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ (16) محصول عائد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ملک وقوم کی سلامتی و بقا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے اس کی ضرورت حقیقی ہو اور دستیاب وسائل سے یہ ضرورت پوری نہ ہو سکتی ہو۔ اس مسئلہ پر امام نوویؒ کے طرز عمل کا ذکر مناسب ہوگا کہ جب سلطان الظاہر بیبرس تاتاریوں سے لڑنے کے لیے نکلا تو بیت المال میں اسباب جنگ کی فراہمی کے لیے پیسہ نہیں تھا تو انہوں نے علماء شام سے ٹیکس عائد کرنے کے بارے میں فتوی پوچھا' علماء نے ضرورت و مصلحت کے تحت جواز کا فتویٰ دے دیا لیکن امام نوویؒ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور سلطان سے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار غلام ہیں جن کے پاس زربفت کی چادریں ہیں اور دوسو لونڈیاں ہیں جن کے زیورات ہیں اگر آپ ان چیزوں کو فروخت کر دیں تو میں رعایا سے مال وصول کرنے کا فتویٰ دیتا ہوں ـــــ جب تک بیت المال میں کچھ بھی مال موجود ہے رعایا سے کچھ بھی وصول کرنا جائز نہیں (17) ضروری ہے کہ عوام بھی اس ضرورت سے مطلع ہوں جس کے بناء پر ان پر محصول نافذ کیا جا رہا ہے کیونکہ رضائے الٰہی کے حصول اور عوام میں محصول کی قبولیت کے لیے ہر ٹیکس کو کسی ضرورت سے منسلک کرنا ضروری ہے۔ (18)

یعنی کہ بغیر اشد ضرورت کے اسلام کسی نئے محصول کو عوام پر عائد کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اس اصول کا لازمی حصہ یہ بھی ہے کہ جب بھی وہ ضرورت پوری ہو جائے تو محصول بھی ختم کر دیا جائے۔ ''عائد شدہ محصول ضرورت رفع ہونے پر ختم کر دیا جائے'' (19) ضرورت کے حوالہ سے ایک اور امر ملحوظ خاطر رہے کہ ''محصول بقدر ضرورت ہو' حقیقی ضرورت کو عذر بنا کر زائد از ضرورت محصول عائد کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہوگا'' (20)

٢۔ عادلانہ تشخیص اور وصولی:

اسلام میں محصول عائد کرنے کی دوسری اہم شرط اور ضابطہ اس کی تشخیص اور وصولی میں عدل و مساوات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْن (21)

(نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے)

زندگی کے دیگر شعبوں کی مانند اسلام کا نظام محاصل بھی عدل پر مبنی ہے ظلم کو دور کرتا ہے ادا کنندہ اور وصول کنندہ کسی پر بھی زیادتی کی اجازت نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اگر کسی کو صدقات و محاصل کی وصولی پر مقرر کیا جائے اور وہ یہ کام عدل سے انجام دے تو گویا وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران اللہ کی راہ میں ہے۔''**العامل اذا استعمل فاخذ الحق و اعطی الحق لم یزل کا لمجاھد فی سبیل اللہ حق یرجع الی بیتہ**'' (22) (جب ایک شخص عامل مقرر کیا جاتا ہے پس وہ حق کے ساتھ وصول کرتا ہے اور حق کے ساتھ ہی دیتا ہے تو وہ راہ خدا میں مجاہد کی مانند ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے)

اسلام نے عدل کے حوالہ سے چند بنیادی اصول دیئے ہیں:

i۔ طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے:

''لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَھَا'' (23)

(کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی)

اسلام تو غیر مسلموں پر بھی ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی ممانعت کرتا ہے مسلمان تو یقیناً بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ کچھ آدمیوں کو دھوپ میں کھڑا پایا پتہ چلا کہ جزیہ نہ دینے پر انہیں سزا دی جا رہی ہے حالانکہ وہ ادائیگی کے قابل نہ تھے۔ آپؓ کو یہ بات بری معلوم ہوئی اور آپؓ نے ان کے امیر کے پاس جا کر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا(24)۔ حضرت عمرؓ نے بعد والوں کو اہل ذمہ کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے کئے جائیں ان کی خاطر لڑا جائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے(25)) حضرت علیؓ نے ایک شخص کو عکبریٰ کے علاقہ کا عامل بنایا اور اسے ہدایت کی کہ ''اگر میری نافرمانی کی تو تمہیں برخاست کر دوں گا۔ دیکھو خراج وصول کرنے میں نہ تو

اس کا گدھا فروخت کرنا نہ گائے نہ بیل، نہ ان کی گرمی کی پوشاک بیچنا اور نہ سردی کے کپڑے، ان سے نرمی برتنا اور حتی الامکان ان کی سہولت کو مدنظر رکھنا'' (26) اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنی رپورٹ میں حکومت کو سفارش کی کہ: ''محصول حسب مقدرت ہونا چاہیے جس شخص کے پاس زیادہ وسائل ہیں ان پر محصول کا بار زیادہ ہو اور جس کے پاس کم وسائل ہیں ان پر کم'' (27)

ii۔ضرورت سے زائد مال پر محصول عائد کیا جائے:

محصول کے مطالبہ کے حوالہ سے عدل کا تقاضہ ہے کہ ہر فرد کی انفرادی ضروریات کی حد تک کفالت کرنے والی آمدنی سے محصول نہ لیا جائے بلکہ اس کی ضرورت سے زائد آمدنی پر ٹیکس لگایا جائے ارشاد ربانی ہے:

''یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ'' (28)

(اور یہ تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کون سا مال خرچ کریں کہہ دو کہ جو ضرورت سے زائد ہے)

اسلام تو نفلی صدقہ کے لیے بھی اتنا ہی مال خرچ کا حکم دیتا ہے جس کے بعد غنا قائم رہے ایسے انفاق کی اجازت نہیں ہے جس کو دینے والا خود محتاج ہو جائے صحیح بخاری میں کتاب الزکوۃ کے تحت یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ لا صدقة الاعن ظهر غنی (29) (صدقہ اسی صورت میں جائز ہے کہ اس کی (دینے والے کی) مالداری قائم رہے)۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لے کر آئے اور اسے صدقہ کرنا چاہا آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنا مال لے کر آتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ بہتر صدقہ وہ ہے جس کا مالک صدقہ دے کر پھر بھی مالدار ہے۔ (30) اس سے ظاہر ہے کہ اسلام تو انفاق فی سبیل اللہ کے لیے بھی چاہتا ہے کہ ضرورت سے زائد میں سے خرچ کیا جائے تو محاصل کی خاطر لوگوں کو ان کی ضروریات زندگی سے کیسے محروم کر سکتا ہے۔ غیر مسلموں کے بھی زائد از ضرورت اموال میں سے ہی محصول وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا کہ اہل ذمہ کے مالوں پر کیا واجب ہے۔ آپؓ نے فرمایا ''العفو یعنی

الفضل'' (31) (ضرورت سے زائد) حضرت علیؓ نے بنی ثقیف کے ایک آدمی کو بزرج سابورنامی جگہ کا عامل مقرر کیا تو اس سے کہا ''محصول کا درہم وصول کرنے کے لیے کسی کو کوڑا مت مارنا اس کا کھانا مت فروخت کرنا، نہ ان کے گرمی سردی کے کپڑے فروخت کرنا اور نہ ان کی سواری بیچنا اور نہ کوئی آدمی درہم طلب کرنے کے لیے اس کے سر پر سوار ہو اس پر عامل نے کہا اے امیرالمومنین پھر تو میں آپ کے پاس ہی لوٹ کر آؤں گا جیسے گیا تھا (یعنی بغیر کچھ وصول کئے) آپؓ نے فرمایا بے شک تو اسی طرح لوٹ جس طرح گیا تھا بے شک ہمیں حکم ہے کہ ان کے زائد مال میں سے وصول کریں۔ (32) یعنی کہ ٹیکسوں کا بار صرف ان لوگوں پر پڑنا چاہیے جو اپنی ضرورت سے زیادہ مال رکھتے ہوں اور ران کی دولت کے بھی صرف اس حصہ پر بار ڈالا جانا چاہیے جو ان کی ضرورت سے زائد بچتا ہو۔(33)

iii۔محصول کی ادائیگی میں سہولت:

اسلام سہولت اور آسانی کا دین ہے تنگی اور مشکلات دور کرتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''یسرو اولا تعسرو او کان یحب التخفیف و الیسر علی الناس'' (34)

(آسانی کرو سختی نہ کرو اور رآپ ﷺ لوگوں کے ساتھ تخفیف اور رآسانی برتنے کو پسند فرماتے تھے)

اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے عام الرمادہ (قحط کا سال) میں صدقہ کی وصولی موخر کر دی تھی۔ سعاۃ (صدقات وصول کرنے والے) کو نہ بھیجا جب آئندہ سال آیا خشک سالی کو اللہ نے رفع کر دیا تو پھر عمال کو روانگی کا حکم دیا۔(35) اسلام محصول ادا کرنے والوں کے لیے، محصول کی ادائیگی، اسکی ادائیگی کے طریقہ کار اور وقت ادائیگی میں سہولت پیدا کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو یہ آسانی دیتا ہے کہ عشر فصل پک کر تیار ہونے پر عائد کیا جائے اور کٹائی پر وصول کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ''وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ'' (36) (اور فصل کی کٹائی کی دن اس کا حق ادا کرو) جزیہ کی ادائیگی نقد یا جنس دونوں صورتوں میں ممکن ہے حتیٰ کہ بعض صورتوں خدمات کی شکل میں بھی جزیہ وصول کیا گیا نبی اکرم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں پر جنہوں نے سب سے پہلے جزیہ ادا کیا تھا ان کی مصنوعات یعنی حلوں (کپڑوں کے جوڑے) کی شکل میں

محصول جزیہ عائد کرتے ہوئے اس کی مقدار کا تعین فرمایا(37) حضرت علیؓ ہر صناع (کاریگر) سے اس کی مصنوعات کی شکل میں جزیہ لیتے تھے سوئیاں بنانے والے سے سوئیاں رسیوں والے سے رسیاں اور اونٹ پالنے والوں سے اونٹ لیتے تھے (39) مویشی پالنے والے سے مویشی ہی زکوٰۃ میں لئے جاتے، پیداوار تباہ ہونے پر محصول معاف تھا۔(40) الغرض باشندوں کو محصول کی ادائیگی میں اسلام ہر طرح کی سہولت مہیا کرتا ہے یہاں تک اللہ کے رسول نے صدقات کی تقسیم رات کے وقت کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مساکین و ضرورت مندرات کو آسانی سے حاضر نہیں ہو سکتے۔(41)

iv۔ متعلقہ مقصد کا حصول:

ضروری ہے کہ محصول جس مقصد کے لیے عائد کیا گیا ہو وہ مقصد حاصل کیا جائے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ ''الجبایة بالحمایة''(42) (محصول حفاظت کرنے پر ہی ہے) یعنی محصول جس مقصد کے لیے لیا جاتا ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی ریاست غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں جزیہ وصول کرتی تھی۔ اور اگر کسی وجہ سے ان کی حفاظت کرنے کے قابل نہ ہوتی تو جزیہ واپس کر دیتی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بانقیا اور بسما کی بستیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس کے آخری الفاظ یہ تھے ''آج سے تم ہماری ذمہ داری اور حفاظت میں داخل ہو ہم تمہاری حفاظ کریں گے تو جزیہ کے حقدار ہوں گے ورنہ نہیں'' (43) حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے بعد شمالی کمان حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے حوالہ کی گئی انہیں یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور حملہ کرنے کی فکر میں ہیں ابوعبیدہؓ نے ہر اس شہر کے حاکم کو جہاں کے لوگوں سے صلح ہوئی تھی یہ حکم لکھ بھیجا ان سے جو جزیہ اور خراج بطور محصول وصول کیا گیا ہے واپس کر دیا جائے کیونکہ ہم نے یہ شرط کی تھی کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے لیکن اب ہم میں اس کی سکت نہیں رہی۔(44)

v۔ مساوات:

اسلام کے نظام محاصل کے اصول وضوابط میں مساوات سے مراد یہ نہیں ہے کہ سب کے

لیے ٹیکس کا تناسب ایک ہی ہو بلکہ معاشی و معاشرتی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں فرق ہونا چاہیے۔ مثلاً ''حضرت عمرؓ نبطیوں سے زیتون کے تیل اور گیہوں پر تو نصف عشر (1/20) لیا کرتے تھے تا کہ مدینہ میں یہ سامان زیادہ مقدار میں پہنچے اور دوسرے دانوں اور پر دسواں حصہ لیتے تھے'' (45) حضرت عمرؓ کا یہ طرز عمل ٹیکس کے معاملہ میں ہمیں سند جواز عطا کرتا ہے کہ امت کے اصحاب امر حسب مصلحت تناسب میں کمی بیشی کر سکتے ہیں ملکی و قومی صالح کے علاوہ رنگ، نسل، زبان، علاقہ مال و دولت، اثر و رسوخ کی بنا پر کسی فرد پر محصول عائد کرنے کے حوالہ سے کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا یا ہر فرد خواہ وہ صنعتکار ہے یا زمیندار سیاسی طور پر طاقتور ہے یا کوئی عام شہری، متوسط ہے یا امیر، اگر اس کا مال مطلوب حد تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو لازماً حکومت کو محصول ادا کرنے کا پابند ہونا پڑے گا۔ اسلام کے نظام محاصل میں مساوات کی بہترین مثال زکوٰۃ ہے ہر فرد جس کا مال نصاب کو پہنچ جاتا ہے وہ اس کی ادائیگی کا پابند ہے خواہ وہ کوئی بڑا زمیندار ہے یا چھوٹا کسان ہے کاروباری ہے یا صنعتکار یا تنخواہ دار اور ملک کے کسی حصہ کا رہائشی ہوسکتا ہے۔ عدل کے تقاضے بھی زکوٰۃ میں پوری طرح مدِ نظر رکھے گئے ہیں مثلاً مال کی قلیل مقدار کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ اس مال پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے جو بقدر نصاب ہو، ایک سال میں ایک ہی مال پر دوبارہ صدقہ وصول کرنے کی ممانعت ہے، محنت کے تفاوت کے پیش نظر اسلام نے مقدار واجبہ کے تعین میں بھی فرق کیا ہے اس کی واضح مثال عشر اور نصف عشر ہے، زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کے حالات کو بھی مدِ نظر رکھا گیا ہے چنانچہ حاجات اصلیہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اسی طرح مقروض کے لیے بھی رعایت رکھی گئی ہے۔(46)

> No tax holidays, no rebates, no other forms of discrimination would be tolerated in an Islamic State.(47)

3۔ محصول کا مصرف:

اسلام اس امر پر زور دیتا ہے کہ وصول شدہ محاصل سادگی، کفایت شعاری اور انتہائی

ضرورت پر ہی خرچ کئے جائیں اس سلسلہ میں دین ایک فرد کو سادگی و کفایت شعاری کی جو تلقین کرتا ہے اس سے زیادہ سختی ریاست پر عائد ہوتی ہے کیونکہ ریاست عوام سے وصول کئے ہوئے محصولات کی امین ہے اور امانت کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ وہ صرف اہل کے سپرد کی جاسکتی ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّو الاَمٰنٰتِ اِلٰیٓ اَھْلِھَا''(48)

(بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالہ کر دیا کرو)

اور اگر ایک پیسہ بھی کہیں غیر ضروری جگہ پر خرچ ہوا تو گویا امانت نااہل کے سپرد ہوئی اور حاکم خیانت کا مرتکب ٹھہرا اور خائن نہ صرف ملک وقوم کا گنہگار ہوگا بلکہ اسے خدا کے حضور بھی جوابدہ ہونا پڑے گا۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کا طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سرکاری خزانہ کو قوم کی امانت تصور کرتے تھے جو کہ قوم نے ان کے سپرد کی تھی۔ اسلام فضول خرچی کی بھی قطعاً اجازت نہیں دیتا حکومت یا حکومت کا سربراہ سرکاری خزانہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول حضرت یوسفؑ کی زبان قرآن حکیم میں بیان فرمایا ہے:

''قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْم''(49)

(کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمان خزانچی جو امانت دار ہو اور اپنے مالک کا حکم نافذ کرے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہے۔ (50) آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اونٹ کا ایک بال اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا لوگو! اللہ کی قسم تمہارے نے میں میرے لیے یہ بال بھی نہیں بجز (غنیمت کے) پانچویں حصہ کے اور یہ پانچواں حصہ بھی تم پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔(51) خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ انہوں نے دوران خلافت بیت المال سے بطور نفقہ جو چھ ہزار درہم لیے تھے ان کی فلاں دیوار جو فلاں مقام پر ہے ان درہموں کے عوض بیت المال کی ہے۔(52) حضرت عمرؓ کا قول ہے میں نے اپنی طرف سے اللہ کے مال میں اپنے آپ کو بمنزلہ مال یتیم رکھا ہے اگر میں غنی ہوں تو اس مال سے بچوں اور راگر فقیر ہوں تو

اس مال سے اس اصول کے موافق کھاؤں (قرآن حکیم میں مربی یتیم کا یہی حکم ہے) پھر اگر مالدار ہو جاؤں تو ادا کردوں۔(53) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ مال غنیمت میں آئی ہوئی مشک کو سونگھنا یا سرکاری باورچی خانہ کی آگ پر پانی گرم کرنا گوارا نہ تھا۔(54) یہاں اس سے مقصود وصولیابی کے سلسلہ کے وہ اخراجات بھی ہیں جو اجرت کے طور پر حکومت اپنے ملازمین کو ادا کرتی ہے اور جن کے ذریعہ محکمہ مالیات کے لیے ضروری اشیاء کا انتظام کرتی ہے قرآن حکیم میں مسرفانہ اخراجات کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔(55)

یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ محصول خوشدلی سے صرف اس وقت ادا کرنا ممکن ہے جبکہ ادا کرنے والے کو یقین ہو کہ وہ قومی و ملی فلاح میں مالی طور پر حکومت کا ہاتھ بٹا رہا ہے اور یہ احساس تبھی پیدا ہونا ممکن ہے جبکہ محصول ادا کرنے والا یہ محسوس کرے کہ اس کی ادا کردہ رقم کا درست مصرف ہوگا۔ نیز اسلام کے نظام محاصل کے تحت یہ ضروری ہے کہ جمع شدہ مال قوم و امت کے مصالح پر خرچ ہو معصیت کے کاموں پر نہیں اور نہ ہی حکام کی خواہشات اور ان کی ذاتی اغراض پر خرچ کیا جائے۔''وَلَاتُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْن'' (56) (فضول خرچی مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کو پسند نہیں کرتا) بیت المال کے بارے میں اسلام کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اللہ اور مسلمانوں کا مال ہے ور کسی شخص کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہیں مسلمانوں کے تمام امور کی طرح بیت المال کا انتظام بھی قوم یا اس کے آزاد نمائندوں کے مشورہ سے ہونا چاہیے اور مسلمانوں کو اس پر محاسبہ کا پورا حق ہے۔(57)

4۔ بلاواسطہ Direct) محاصل کو ترجیح:

اسلام کا نظام مالیات بلاواسطہ (Direct) محاصل کو پسند کرتا ہے کیونکہ اس میں محصول کا بوجھ وہی اٹھاتا ہے جو کہ اس کا اہل ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس بالواسطہ (Indirect) محاصل میں ٹیکس کا بار دوسرے کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے مثلاً کاروباری ادارے، کارخانہ دار اور دوکاندار یہ سب بالواسطہ محاصل کا بوجھ صارفین کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور خود چین کی زندگی گزارتے ہیں۔اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ ہر کسی کو اپنے کیئے کا پھل ملنا چاہیے۔ بیٹے کے گناہ کی سزا باپ کو نہیں

دی جا سکتی۔ محاصل کے حوالہ سے بھی اسلام اس اصول کو اپناتا ہے کہ ہر کسی کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے ''اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی''(58) (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) براہ راست محاصل کا بوجھ عموماً وہ لوگ ہی برداشت کرتے ہیں جن کے پاس زائد دولت ہوتی ہے اسے دوسروں کی طرف منتقل کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس تصور محصول کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ صدقہ امیروں سے لیا جائے گا اور غریبوں کی طرف لوٹایا جائے گا۔(59) اس لیے اسلام کے اکثر محاصل بلاواسطہ ہیں اور اسلام بلاواسطہ محاصل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ربلواسطہ کی حوصلہ شکنی۔

5۔ نظریہ وعقیدہ سے مطابقت:

بلاشبہ احکام وقوانین مذہب سے ہی اخذ کئے جاتے ہیں خصوصاً اسلامی نظام حیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن وسنت سے راہنمائی نہ ملتی ہو اسلام میں محاصل کے بارے بڑی واضح ہدایات ملتی ہیں بلکہ یہ دین کا ایک بنیادی جزو ہیں جیسے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے توحید کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

''وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ''(60)

(انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اسی کی عبادت گزار ہو کر سیدھے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی سیدھی راہ ہے)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''الزکوٰۃ من الاسلام'' (61) (زکوٰۃ ادا کرنا اسلام ہے)

اسلامی ریاست میں مسلمان شہریوں پر ایسے محاصل عائد کرنے چاہیں جو کہ ان کے عقیدہ اور نظریات سے مطابقت رکھتے ہوں تا کہ ادا کرنے والے ان کی ادائیگی کو اپنا فریضہ اور رضائے الہیٰ کے حصول کا ذریعہ سمجھیں ایسے محاصل جن کو دین کی حمایت حاصل ہو ان کے نتائج انتہائی متاثر کن ہوتے ہیں ادائیگی اکثر ٹیکس چوری کی بجائے رضا کارانہ ہوتی ہے عہد نبوی میں ایک صحابی اپنی پیداوار سے دسواں حصہ (1/10) بطور عشر ادا کرنے کی بجائے پیداوار کو تین حصوں میں تقسیم کرتے،

تھے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے دوسرا زمین میں بیج وغیرہ بونے کے لیے اور تیسرا صدقہ کر دیتے (62) دنیاوی محاصل کی نسبت جس محصول کو مذہبی تحفظ حاصل ہو اس کا معاملہ ہی بالکل فرق ہوتا ہے مثلاً ایک مسلمان کو یہ احساس ہوتا ہے زکوۃ اس کے اور حکومت کے درمیان تعلق پیدا کرنے والی چیز نہیں بلکہ سب سے پہلے اس کے اور خدا کے درمیان تعلق پیدا کرنے والی چیز ہے جو عبادت ہے اور عبادت اللہ کے لئے اخلاص کا نام ہے زکوۃ کے بارے میں وہ ہرگز یہ خیال نہیں کرتا کہ اس کے واجب ہونے سے اس پر کوئی ظلم و زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ یہ شارع کوئی انسان نہیں بلکہ وہ ہستی ہے جو صفت عدل سے متصف ہے۔ آدمی اس ہستی سے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں فرار اختیار کر کے کہاں جا سکتا ہے اسی تربیت اسلامی کا اثر تھا کہ ''مسلمان صاحب امر کے پاس خود حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے مال سے زکوۃ وصول کی جائے چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ شام کے کچھ آپؓ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مال آ گیا ہے یعنی گھوڑے اور غلام اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کی زکوۃ لے کر ہمارے لئے پاکیزگی کا سامان کیا جائے'' (63) مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ زکوۃ دے کر مال اور نفس کو پاک کرے گا اس کے ذریعے اس کا مال بڑھے گا۔ گو بظاہر گھٹ رہا ہو یہ دینی ضمانتیں ہی زکوۃ کے سلسلہ میں تحفظ بہترین سامان ہے لیکن ان کے ساتھ شریعت قانونی اور تنظیمی ضمانتوں کا انتظام بھی کرتی ہے جس میں حکومت کی طرف سے وصولی یابی کا انتظام بھی شامل ہے۔ اسلامی حکومت کے بنیادی مقاصد میں یہ شامل ہے کہ وہ نماز اور زکوۃ کا نظام قائم کرے۔

الَّذِيْنَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِىْ الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (64)

(یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے)

سورۃ النور کی آیات 56-55 میں بھی زکوٰۃ کی تحصیل وتقسیم حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس کے فرائض میں شامل ہے اور مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حکام وعمال سے اپنا مال چھپائیں نہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے بعض صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بعض عمال ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں کیا ہم زیادتی کے بقدر مال ان سے چھپا لیا کریں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''لا'' (نہیں) (65) الغرض زکوۃ کے علاوہ ایک مسلمان پر عائد ہونے والے دیگر محاصل کو بھی دین کی پشت پناہی حاصل ہو تو ان کی کامیابی یقینی ہوگی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو رپورٹ کے مطابق ''اسلامی ریاست کا مسلمان شہری بعض ٹیکس محض اپنا مذہبی فریضہ اور عبادت سمجھ کر ادا کرتے ہے۔ مثلاً زکوۃ وعشر و قرآن مجید میں تقریباً بیس (20) مقامات پر زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد کیا گیا ہے جس سے اصول عقیدہ کے تحت زکوۃ کی ادائیگی کس قدر ضروری اور وجدانی طور پر سہل نظر آتی ہے اور بعض ٹیکس اس لئے ادا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست اس کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کرتی ہے نیز اسلامی ریاست ان شعار کو قائم کرتی ہے اور پروان چڑھاتی ہے جس پر وہ ایمان رکھتا ہے۔ (66)'' مزید یہ کہ اسلام کی تعلیمات کے منافی کوئی محصول اسلامی معاشرے میں نافذ نہیں کرنا چاہیے۔ ''ایسا محصول خصوصاً جو معاشرے میں ان رجحانات کو نقصان پہنچاتا ہو جو اسلام کو مقصود ومطلوب ہیں مثلاً اسلام معاشرہ میں احسان اور تبرع کو فروغ دینا چاہتا ہے اور محصول ہبہ (Gift Tax) اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تو یہ محصول اسلام کے خلاف قرار پائے گا اس طرح اسلام جن رجحانات کا سد باب کرنا چاہتا ہے مثلاً رشوت' بدعنوانی' محصول کو ان رجحانات کا کسی درجہ پر معاون نہیں ہونا چاہیے۔'' (67)

6۔ گردش دولت:

اسلام اپنے نظام محاصل کے ذریعہ معاشی غرض پوری کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی تفاوت کا بھی علاج کرتا ہے اسلام کے ہاں یہ انتہائی ناپسندیدہ صورت ہے کہ ایک طرف دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے اور دوسری طرف آبادی کا بیشتر حصہ ضروریات زندگی پوری کرنے سے قاصر ہو قرآن مجید میں ان لوگوں کے لئے انتہائی سخت وعید آئی ہے جو مال کو جمع کر کے

رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (68) اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت جو دراصل اللہ کی ملکیت اور قوام حیاۃ ہے مکمل گردش کرتی رہے اس مقصد کے لئے شہریوں پر مختلف محاصل عائد کئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيۡنَ الۡأَغۡنِيَاءِ مِنكُمۡ (69) (تاکہ جو لوگ تم میں سے دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے (مال))

جھلک

اس لئے اسلام کے تصور محاصل کا بنیادی مقصد ہی دولت کی تقسیم اور گردش ہے اسلامی ریاست کا فرض بنتا ہے کہ وہ محصول عائد کرتے وقت اس بنیادی اصول کو لازمی مدنظر رکھے۔

> Taxation is indeed an effective instrument in the hands of an Islamic state to eradicate poverty and to bridge the gilf between the haves and have-not(70)

7۔تیقن: (یقین)

اسلام کے نظام محاصل کا ایک اہم اصول ''تیقن'' ہے اس سے مراد ہے کہ جو ٹیکس لگائے جائیں ان کی قانونی حیثیت ان کی مقدار، ان کا وقت ادائیگی، طریقہ ادائیگی اور ضرورت ادائیگی وغیرہ واضح اور متعین ہو اور ٹیکس دہندہ کو بھی اس کا مکمل علم ہونا چاہیے اگر تاریخ کے حوالہ سے اس اصول کا جائزہ لیں تو عہد اسلامی میں پوری طرح عملی صورت میں کارفرما نظر آتا ہے زکوٰۃ، خراج، جزیہ اور عشور وغیرہ کی جزئیات تک متعین تھیں مثال کے طور پر تیقن کا یہ اصول فریضہ زکوٰۃ میں نمایاں طور پر موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے فرض قرار دیا ہے اس کی شرح بزبان رسول ﷺ مقرر کر دی ہے اور ائمہ نے اس کی توضیح میں فقہ کا مبسوط ذخیرہ پیش کر دیا ہے'' (71) نبی اکرم ﷺ عاملین کو روانگی کے وقت جو فرامین و ہدایات دیتے ان میں تمام تفصیلات درج ہوتی تھیں یہ طریقہ خلفاء راشدین نے بھی اختیار کیا مثال کے طور پر زکوۃ کا نصاب' شرح' طریقہ ادائیگی' وقت ادائیگی' مصارف تک متعین اور واضح ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مویشیوں کی زکوٰۃ کی مکمل تفصیل (72) سونے چاندی پر زکوٰۃ کی مکمل وضاحت (73) اموال تجارت میں اگر دیگر

شریک ہوں تو ادائیگی کیسے کی جائے (74) زرعی زکوٰۃ کی شرح آپ ﷺ نے خود واضح فرمائی (75) اسی طرح خراج کی ادائیگی خراجی زمینوں کے احکامات واضح ہیں (76) حضرت عمرؓ نے عشور عائد کیا تو ساتھ کی شرح بھی کھول کر بیان کردی جزیہ کی مکمل تفصیلات محفوظ ہیں۔ بلاشبہ اسلام ایسے تمام محاصل کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جن کا عوام کی تیقن نہ ہو۔

8۔ جہاں سے وصول ہو وہاں خرچ کیا جائے

اسلام نے محاصل کے حوالہ سے یہ اصول دیا ہے کہ جس علاقہ کے امراء سے وصول کیا جائے وہاں کے ہی غرباء میں اس کو تقسیم کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ ''اس میں حق ہمسائیگی کی رعایت بھی ہے اور فقر و فاقہ کے سد باب کا سامان بھی نیز اس سے ہر علاقہ کے مکتفی ہونے کے اسباب ہو جاتے ہیں' مشکلات کا حل اس کے اندر نکل آتا ہے' ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مقامی حاجت مندوں کی نظریں اور ان کے دل اس مال کی طرف لگے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے اس مال میں ان کا حق دوسروں کے حق پر مقدم ہے۔ (77) نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کا یہی طریقہ تھا چنانچہ جب مختلف مقامات مقامات پر ساعی بھیجے جاتے تھے تو انہیں اس مقام کے امراء سے زکوۃ وصول کرنے اور اس مقام کے فقراء پر لوٹانے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت ہدایت کی تھی وہ اہل یمن کو اسلام اور نماز کی دعوت دیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا پھر جب وہ ان دونوں پر کاربند ہونے کا اقرار کرلیں تو تم ان سے کہنا ان الله قد افترض علیهم صدقة تو خذ من اغنیاء هم و ترد علی الفقراء۔ (78) اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جس علاقہ سے زکوۃ جمع ہوتی وہیں پر تقسیم کردی جاتی اگر بچ رہتی تو پھر آپ ﷺ کے پاس بھیج دی جاتی چنانچہ آپ ﷺ اسے دوسری جگہ تقسیم فرما دیتے۔ آپ ﷺ اپنے عاملین کو وادیوں میں نہ بھیجتے تھے بلکہ حضرت معاذؓ کو حکم دیا تھا کہ اہل یمن سے زکوۃ وصول کر کے انھیں فقراء میں تقسیم کردو اور یہ نہ فرمایا کہ میرے پاس لے کر آنا۔ (79) حضرت عمرؓ بن خطاب

کے زمانہ میں مواشی چرانے والے سے پوچھا گیا صدقہ وصول کرنے کے لئے کون تمہارے پاس بھیجا جاتا تھا آپؓ نے کہا مسلمہ بن مخلد وہ ہمارے امیروں سے صدقہ لیتے تھے اور ہمارے فقیروں کو دے دیتے تھے۔(80) سنن ابو داؤد کی روایت ہے کہ زیاد نے یا کسی اور امیر نے عمران بن حصین کو زکوۃ کی تحصیل پر مامور کیا جب عمران لوٹ کر آئے تو اس نے پوچھا مال کہاں ہے؟ کہا کیا تو نے مجھے مال لانے کے لئے بھیجا تھا' ہم نے زکوۃ کو لیا جس طرح نبی اکرمﷺ لیا کرتے تھے اور اس کو صرف کیا' جہاں نبی اکرمﷺ کے زمانے میں کرتے تھے۔ (مستحقین کو دے دیا)(81) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محاصل خصوصاً عشر و زکوۃ جس شہر سے وصول کیا جائے وہاں پر ہی خرچ کیا جانا چاہیے لیکن اگر متعلقہ مقام پر مستحق افراد کم ہوں یا زکوۃ کے مال کی کثرت کی بناء پر زکوۃ کی کلی یا جزوی طور پر ضرورت نہ رہے تو اسے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ کتاب الاموال میں روایت ہے کہ زکوۃ ان لوگوں میں تقسیم کی جائے گی جو ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہوں پھر اگر اس گھاٹ والوں میں کوئی مستحق نہ رہے تو ان سے قریب تر جو گھاٹ ہو وہاں مستحق دیکھا جائے گا اور وہ زکوۃ ان میں تقسیم ہو گی اگر وہاں بھی مستحق نہ ہو تو پھر جو ان سے قریب تر گھاٹ ہو۔(82)

9۔ ''مکس'' کی ممانعت:

اسلام ایسے محاصل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے جو ظالمانہ ہوں جن کا مقصد عوام کی افلاح و بہبود کی بجائے ان سے مال چھیننا ہو ایسے محاصل کو اسلامی تاریخ میں ''مکس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے مکس سے مراد ہے۔ **الشیء مکسا فکمسجد کفجسهد کهسد کجهج** (83)

(کسی چیز کا کم ہونا' تجارت میں قیمت کم ہونا' ٹیکس: متعین و مقرر مقدار' واجب **الماکس** جو تاجروں سے مکس وصول کرتا ہے اس کی جمع مکاس ہے) **مکس الجبایة** (محصول) کو بھی کہتے ہیں مکس وصول کرنے والا **الماکس** اور **العشار** کہلاتا ہے۔(84) **المکس** سے مراد الظلم بھی ہے۔(85) اصطلاح میں مکس سے مراد زمانہ جاہلیت کا وہ ٹیکس ہے جو تاجروں سے وصول کیا جاتا

تھا۔ **دراھم کانت تو خذ من بائع السلع فی الاسواق فی الجاھیلة۔** (86) (یہ وہ درہم تھے جو جاہلیت کے زمانہ میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے۔) مکس کی اصطلاح زیادہ تر اس ٹیکس کے لئے استعمال ہوتی ہے جسے سلطان کے نمائندے ناجائز طور پر تجارت (بیع وشراء) کے وقت لوگوں سے وصول کر لیتے ہیں۔ (87) شرح سنن ابو داؤد میں ہے کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو صدقہ کے علاوہ وصول کیا جاتا تھا۔ **الذی یا خذ غیر الصدقة** (88)

نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں ہی فرمایا ہے جو کہ ناجائز محصول وصول کرتا تھا **ان صاحب المکس فی النار۔** (89) (بے شک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔) ایک اور روایت ان الفاظ کے فرق کے ساتھ ہے کہ **لا ید خل الجنة صاحب المکس یعنی العشار۔** (90) (تجارتی عشر وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا) اور اب دونوں احادیث مبارکہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ایک زانیہ اور عشار کو آپ ﷺ نے ایک ہی درجہ پر کھا ہے فرمایا آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک پکارنے والا پکارتا ہے کیا کوئی پکارنے والا ہے پس اس کو جواب دیا جائے گا' کیا کوئی مانگنے والا ہے ہے پس اس کو عطا کیا جائے گا' کیا کوئی تکلیف میں ہے پس اس سے تکلیف دور کر دی جائے گی' کوئی مسلمان ایسا باقی نہ رہے گا جو دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہو سوائے اس کے جس نے زنا کیا اور جو ٹیکس وصول کرنے والا ہے۔ (91) مسند احمد کے شارح مکس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ **ان المکس من اعظم الذنوب و ذلک الکثرة مطالبات الناس و مظلماتھم و صرفھا فی غیر و جھھا۔** (92) (بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہے اس لئے کہ لوگوں سے کثرت کے ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں اور یہ وصول ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے) انہوں نے مزید یہ بھی نقل کیا ہے کہ ترجمہ: صاحب مکس اس لئے جہنم میں جائے گا کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا ان سے شرعی حق کے بغیر مال وصول کیا اگر اسے حلال سمجھے گا تو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس لئے کہ وہ کافر ہے اگر حلال نہیں سمجھے گا تو گنہگار ہوگا نافرمان

اہل ایمان کے ساتھ عذاب دیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا آگ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔(93)

بلاشبہ اسلام میں مطلقاً محاصل کی قطعاً ممانعت نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص قسم کے محصول ''مکس'' کی ممانعت کی گئی ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کے محاصل میں سے ایک محصول تھا نہایت ظالمانہ اور ناجائز تھا لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا اور دور حاضر میں بھی اگر کوئی محصول انھی خطوط پر عائد اور وصول کیا جاتا ہے تو وہ بھی یقیناً ''مکس'' میں شمار ہوگا اور وصول کرنے والا ظالم قرار پائے گا۔(آج کل عشر کے نام پر جو مکس یا مکوس لوگ وصول کر رہے ہیں اس کا کوئی نام نہیں اپنے رب کے پاس ان کی کوئی حجت نہیں اور ان پر غضب ہوگا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)(94)

10۔ دیگر متفرق اصول:

(i) محاصل کی تعداد مختصر ہونی چاہیئے بیشمار قسم کے محصولات کو پیچیدہ بنا دیتا ہے اور انتظامی مشینری پر غیر ضروری بوجھ ڈالتا ہے۔(95)

(ii) ٹیکس کی وصولی کے اخراجات مناسب ہونے چاہئیں ''ایسے محصولات سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے حاصل ہونے والی آمدنی کا بڑا حصہ وصول یابی کے اخراجات پر صرف ہو جاتا ہے''(96) محاصل کی وصولی کے اخراجات کم سے کم ہونے چاہئیں ایسے محاصل کا کیا فائدہ جس کے وصولی کے اخراجات سرکاری خزانہ پر بوجھ بن جائیں یہ رجحان اسلام کے بالکل منافی ہے گو اس کے لیے اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں کی مگر اسلام کے مقاصد ٹیکس کو مدنظر رکھ کر یہ بات کی جاسکتی ہے کہ محاصل کی وصولی کے اخراجات جتنے کم ہونگے اتنے ہی ٹیکسوں کے مقاصد زیادہ سہل الحصول ہوں گے۔

(iii) اسلامی محاصل کا نظام انتہائی سادہ ہے دورِ حاضر کے محاصل کو بھی اسلام کی ہدایات کی روشنی میں آسان بنانا چاہیے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(1) ابن كثير، ابوالفداء عمادالدين دمشقى، (م774ھ)، البداية والنهاية، المطبعة السعاده مصر 1932.

(2) ابن منظورالافريقى (م 1 1 7ھ)، لسان العرب، دار صادر بيروت 153:11.1955.

(3) الزبيدى، محمد مرتضىٰ (م1205ھ)، تاج العروس، دارليبيا للنشر والتوزيع بنفازى، 379:7.

(4) الجوهرى، اسماعيل بن حماد (م393ھ)، الصحاح، دارالكتاب العربى بمصر، 1669:4.

(5) المعجم الوسيط، دارلفكر، 180:1.

(6) سید احمد دھلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور، 186:2۔

(7) جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب، لاہور۔

(8) The Oxford English Dictionary, Clarendon Press Oxford 1989, V:XVIII, P:677

(9) The Standard English Desk Dictionary, 1983, 2:870

(10) The New Encyclopaedia Britannica, Chicago 15th Edition, 28:408

(11) The Encyclopedia Americana, Grolier Incorporated U.S.A. 1987, 24:287

(12) البقره:42. (13) النمل:3.

(14) الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م279ھ)، صحیح سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب اذادیت الزکوۃ فقد قضیت مما علیک، المکتبۃ الاسلامی بیروت، 1988، 192:1.

(15) الشاطبی، ابی اسحاق ابرھیم بن موسیٰ بن محمد (م790ھ)، الاعتصام، دارالفکر بیروت، 121:2.

(16) الشوریٰ:38.

(17) القرضاوی، یوسف، فقہ الزکوۃ، مترجم: شمس پیرزادہ، شہزاد پبلیشرز لاہور۔ص:585۔

(18) اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل (اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ)، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد 1984، ص:5

(19) اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ)، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد ص:8

(20) ایضاً۔ (21) البقرہ: 279.

(22) المنذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی (م656ھ)، الترغیب و الترھیب، احیاء التراث العربی بیروت، لبنان 1968، 560:1.

(23) البقرہ:233.

(24) ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم (م182ھ)، کتاب الخراج، المطبۃ السلفیۃ القاھرہ 1346ھ، ص149.

(25) یحییٰ بن آدم القرشی (م203ھ) کتاب الخراج، المکتبۃ العلمیۃ لاھور، الطبعۃ الاولیٰ، ص:80.

(26) ابوعبیدالقاسم بن سلام، (م224ھ) کتاب الاموال المکتبۃ العلمیۃ لاھور، الطبعۃ الاولی، ص:44.

(27) اسلامی نظام مالیات وقوانین مالی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارہویں رپورٹ) ص:8

(28) البقره:219.

(29) البخاری ابو عبدالله، محمد بن اسماعیل، (م256ه) الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰة باب لا صدقة الاعن ظهر غنی، الیمامه دمشق بیروت 1990، 518:2.

(30) ابو دائود، سلیمان بن اشعث (م275ه) سنن ابی دائود، کتاب الزکوٰة، باب الرجل یخرج من ماله، دارالفکر بیروت، 128:2.

(31) یحییٰ بن آدم، م ن، ص:80.

(32) یحییٰ بن آدم، م ن، ص:81.

(33) مودودی، ابوالاعلیٰ (م1979ء)، قرآن کی معاشی تعلیمات، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، 1969، ص:64۔

(34) البخاری، م ن، (م230ه)، کتاب الآداب، باب قول النبی ﷺ یسرو اولا تعسروا، 2269:5.

(35) ابن سعد محمد (م230ه) الطبقات الکبریٰ دارصادر بیروت 1960، 323:3.

(36) الانعام: 141. (37) ابن سعد، م ن، 358:1.

(38) ابوعبید، م ن، ص44.

(39) ابودائود، م ن، کتاب الزکوٰة باب فی خرص العنب، 110:2.

(40) المادردی، ابوالحسن بن محمد بن حبیب البصری (م 450ه)، الاحکام السلطانیه، مصطفیٰ ﷺ البابی بمصر، الطبعة الثانیة، ص:118.

(41) یحییٰ بن آدم، م ن، ص:155.

(42) شامی ابن عابدین، محمد امین (م1252ه) حاشیه ردالمختار علی الدرالمختار، مطبعة الکبریٰ الامیریه ببولاق مصر، 1343ه، 39:2.

(43) الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر (م310ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دارالمعارف مصر، 344:3.

(44) ابویوسف، م ن، ص:166. (45) ابوعبیدالقاسم، م ن، ص:533.

(46) القرضاوی، م ن، ص:571۔

(47) Muhammad Sharif Ch. Taxation in Islam and Modern Taxes, Impact Publications International Lahore, p:10

(48) النساء:58. (49) الیوسف:55.

(50) البخاری، م ن، کتاب الزکوٰۃ، باب اجرالخادم اذ تصدق بامر صاحبه غیر مفسد، 522:2.

(51) ابن هشام، ابومحمد عبدالمالک بن محمد (م213ھ) السیرۃ النبویة، دارالفکر بیروت لبنان 1992، 1015:2.

(52) ابن سعد، م ن، 193:3. (53) ابن سعد، م ن، 276:3.

(54) ابن کثیر، م ن، 302:9. (55) بنی اسرائیل:27.

(56) الانعام:141.

(57) مودودی، ابوالاعلیٰ (م1979ء) معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1982، ص:391۔

(58) النجم:38.

(59) البخاری، م ن، کتاب الزکاۃ، باب اخذالصدقة من الاغنیاء و ترد الی الفقراء حیث کانوا، 544:2.

(60) البینة:5.

(61) البخاری، م ن، کتاب الایمان، باب الزکوٰۃ من الاسلام، 25:1.

(62) حنبل، احمد بن محمد (م241ھ) المسند، دارالمعارف مصر، 85:15.

(63) القرضاوی، م ن، ص:576۔ (64) الحج:41.

(65) ابو دائود، م ن، کتاب الزکوٰۃ، باب رضاالمصدق، 105:2.

(66) اسلامی نظامِ معشیت قرآن وسنت کی روشنی میں بنیادی اصول، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد1992، ص:75۔

(67) اسلامی نظام مالیات وقوانین مالی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارہویں رپورٹ)، ص:9۔

(68) التوبۃ:35-34. (69) الحشر:7.

(70) Muhammad Sharif, OP.,Cit., P:3

(71) القرضاوی، م ن، ص:572۔

(72) البخاری، م ن، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم، 527:2.

(73) البخاری، م ن، باب الزکوٰۃ، باب زکوۃ الورق، 524:2.

(74) البخاری، م ن، کتاب الزکوٰۃ، باب ماکان من خلیطین فانهما یترا جعان بینها بالسویة، 526:2.

(75) یحییٰ بن آدم، م ن، ص:148.

(76) یحییٰ بن آدم، م ن، ص:21/ ابو یوسف، م ن، ص:265.

(77) القرضاوی، م ن، ص:488۔

(78) النجاری، م ن، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء و تردالی الفقراء حیث کانوا، 544:2.

(79) الجوزی، ابن قیم (م751ھ)، زادالمعاد، مصطفی البابی الحلبی مصر المطبة الثانية 1950، 148:1.

(80) ابن سعد، م ن، 323:3.

(81) ابو دائود، م ن، کتاب الزکاة، باب فی الزکاة (هل) تحمل من بلدالی بلد، 115:2.

(82) ابوعبیدالقاسم، م ن، ص594.

(83) ابو حبیب سعیدی، القاموس الفقهی، ادارة القران و العلوم الاسلامیة، ص:338.

(84) الجوهری، م ن، 976:2.

(85) الزبیدی، م ن، 249:4.

(86) ابن منظور، م ن، 220:6.

(87) ابو حبیب، م ن، ص:338.

(88) المنذری، م ن، حاشیه 566:1

(89) حنبل، م ن، 109:4.

(90) ابوعبیدالقاسم، م ن، ص:526.

(91) المنذری، م ن، 567:1.

(92) احمد عبدالرحمن البنا، الفتح الربانی (حاشیه)، دارالحدیث القاهره، 18:15.

(93) احمد عبدالرحمن البنا، م ن، 17:15.

(94) المنذری، م ن، 567:1.

(95) اسلامی نظام مالیات وقوانین اسلامی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ)، ص:9۔

(96) ایضاً۔